ماضی میں اجتماعی اجتہاد کی کاوشیں

محمد عبدالحکیم شرف قادری

جامعہ اسلامیہ، لاہور

یہ مقالہ تین اجزاء پر مشتمل ہے۔

۱۔ امام ابوحنیفہ کی تدوین فقہ اسلامی

۲۔ فتاویٰ عالمگیری

۳۔ مجلۃ الاحکام العدلیۃ۔

پہلی جز پر گفتگو کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ امام اعظم کا مختصر تذکرہ کر دیا جائے اور اس کے بعد علمائے اسلام کے چند اقوال ان کے بارے میں پیش کر دیے جائیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ:

آیۃ من آیات اللہ تعالیٰ، معجزۃ من معجزات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تاریخ اسلام کے کثیر الجہات عبقری، فقہ اسلامی کے پہلے مدون، سراج امت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن زوطا ابن ماہ ۸۰ھ/ ۶۹۹ء میں (کوفہ میں) پیدا ہوئے اور کوفہ عظیم علمی و روحانی مرکز ۱۵۰ھ/ ۷۶۷ء میں بحالت قید بغداد میں جامِ شہادت نوش کیا، اور وہیں خیزران کے مقبرے کی مشرقی جانب ان کا مزار ہے۔ اس مزار پر ۴۵۹ھ/ ۱۰۶۶ء میں ایک گنبد تعمیر کر دیا گیا تھا، جس محلے میں یہ مزار واقع ہے وہ اب بھی امام اعظم کی نسبت سے اعظمیہ کہلاتا ہے۔(۱)

یاد رہے کہ کوفہ حرمین شریفین کے بعد عالم اسلام کا عظیم تر علمی اور فوجی مرکز تھا، مولانا ابوالحسن زید فاروقی دہلوی نے لکھتے ہیں کہ یہ شہر دریائے فرات کے کنارے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۷ھ یا ۱۹ھ میں آباد کیا۔ انہوں نے یمن کے بارہ ہزار اور نزار کے آٹھ ہزار افراد کو کوفہ بھیجا اور ان سب کے لئے روزینہ وظیفہ مقرر فرمایا، کوفہ کی آبادی میں بہت تیزی سے اضافہ ہوا،

۱۔ شناخت: اردو دائرۃ المعارف الاسلامیہ، (دانش گاہ پنجاب، لاہور)، ۸۲/۱/۷۔

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

اس کے بعد ابن سعد کی ''الطبقات الکبریٰ'' جلد ۶ کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

حضرت عمر فاروق اہل کوفہ سے شروعات کیا کرتے تھے، وہاں تمام عرب کے گھرانے آباد تھے، بصرہ میں یہ بات نہیں تھی، کوفہ میں تین سو افراد بیعت رضوان والے اور ستر افراد غزوۂ بدر والے آباد ہوئے، اس شہر کے درمیان ایک عظیم الشان مسجد شریف بنائی جس میں چالیس ہزار افراد بیک وقت نماز پڑھ سکتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوفہ میں سرکردہ لوگ ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ کوفہ اللہ کا نیزہ اور ایمان کا خزانہ اور عرب کی کھوپڑی (دماغ) ہے، کوفہ کے لوگ سرحدی چوکیوں کی حفاظت کرتے ہیں اور شہروں کی مدد کرتے ہیں، آپ نے اہل کوفہ کے نام مکتوب ارسال کیا تو اس کی ابتدا یوں فرمائی: ''الی رأس اهل الاسلام'' اہل اسلام کے سرکردہ افراد کی طرف۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: کوفہ اسلام کی کھوپڑی (یعنی اس کا دماغ) ایمان کا خزانہ، اللہ کی تلوار اور اس کا نیزہ ہے اور حضرت سلمان فارسی نے فرمایا: کوفہ اسلام اور اہل اسلام کا گنبد ہے۔

حضرت فاروق اعظم نے اہل کوفہ کے نام ایک مکتوب ارسال کیا اور اس میں لکھا:

میں نے تمہارے پاس عبداللہ ابن مسعود کو بھیج کر تمہیں اپنی ذات پر ترجیح دی ہے۔ (بتغیر ما)(۱)

مولانا ابوالحسن زید فاروقی مزید فرماتے ہیں:

اس مبارک شہر میں ایک ہزار سے زیادہ صحابۂ کرام نے سکونت اختیار کی، ان حضرات کے رہنے اور حضرت عبداللہ بن مسعود کی تعلیم و تدریس اور پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وہاں قیام اور جلیل القدر صحابہ کے ورود سے کوفہ بے مثال گلزارِ علم بن گیا۔ اسی مبارک سرزمین سے تمام علومِ اسلامیہ نے سر ابھارا ہے۔ جو صحابۂ کرام وہاں آئے ان سے حدیث شریف کے دہانے کھلے۔ نحو، لغت، فقہ اللغۃ، علوم معانی، فقہ اور اصول فقہ کا مصدر کوفہ ہی ہے۔

شاطبیہ میں سات ائمہ قرأت کا ذکر ہے۔ (۱) نافع اور وہ مدینہ منورہ کے ہیں (۲) ابن

۱۔ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی، علامہ: سوانح بے بہائے امام اعظم ابوحنیفہ (طبع دہلی)، ص ۶۷۔

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں : فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

کثیر اور وہ مکہ معظمہ کے ہیں (۳) ابوعمرو اور وہ بصرہ کے ہیں (۴) ابن عامر اور وہ دمشق کے (۵) عاصم (۶) حمزہ (۷) کسائی اور یہ تینوں حضرات کوفہ کے ہیں۔ (۱)

آخر میں تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''حضرات اکابر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جو کچھ فرمایا ہے الہامِ ربانی ہے۔ ابھی سو سال نہیں گزرے تھے کہ دنیا نے دیکھ لیا کہ اس مبارک سرزمین میں سے ایسے ایسے افراد ظاہر ہوئے کہ انہوں نے عقد ثریا کے روشن تاروں کے انوار سے تمام عالم اسلام کو شرقاً غرباً شمالاً جنوباً منور کر دیا۔ ان حضرات نے ایسے دقائق حل کئے ہیں اور ایسے ایسے علوم وفنون ایجاد کئے ہیں کہ دنیا محو حیرت ہے، حضرت عمر نے کوفہ کو جمجمۃ العرب اور حضرت علی نے جمجمۃ الاسلام (عرب اور اسلام کا دماغ) فرمایا ہے۔ ان حضرات کے ارشاد کا اظہار ہو رہا ہے۔ (۲)

قابل غور بات یہ ہے کہ ایسے مرکز اسلام سے امام ابوحنیفہ کا ابھر کر پورے کوفہ پر نہیں بلکہ عالم اسلام پر چھا جانا ایک محیر العقول واقعہ ہے۔ اس سے امام ابوحنیفہ کی عظمت وجلالت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مشہور محدث امام سفیان بن عیینہ فرمایا کرتے تھے:

مجھے یہ گمان بھی نہیں تھا کہ دو چیزیں کوفہ کے پل کے پار بھی جا سکیں گی، لیکن وہ دنیا کے کونے کونے تک پہنچ گئیں۔ (۱) حمزہ کی قرأت اور (۲) ابوحنیفہ کی فقہ (۳)

مردم خیز خطہ افغانستان:

امام ابوحنیفہ کے دادا زوطی یا نعمان افغانستان کے رہنے والے تھے، ان کا گاؤں کابل کے مشرق میں ساٹھ کلومیٹر دور ضلع بروان کے قریب واقع ہے، ڈاکٹر عنایت اللہ ابلاغ افغانی لکھتے ہیں:

۱۔ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی، علامہ: سوانح بے بہائے امام اعظم ابوحنیفہ (طبع دہلی)، ص ۶۷۔

۲۔ ایضاً۔ ص ۶۸۔

۳۔ تاریخ بغداد، ۱۳/ ۳۴۶۔

سرزمین افغانستان وہ مقدس سرزمین ہے جس کی طرف دو عظیم امام ابوحنیفہ اور احمد بن حنبل، دو نابغۂ عصر مفکر فارابی اور ابن سینا اور دو ائمۂ حدیث ابن قتیبہ اور ترمذی اور نادر روزگار علماء زمخشری، سکاکی، تفتازانی، رازی، نسفی اور علماء تصوف جیسے عبداللہ انصاری ہروی، سلطان محمود غزنوی اور مولانا جلال الدین بلخی رومی (داتا گنج بخش سید علی ہجویری، خواجہ باقی باللہ اور مولانا احمد رضا خان بریلوی) اور سیاسی وفکری زعماء مثلاً جمال الدین افغانی منسوب ہیں۔(۱)

مقصد یہ دکھانا ہے کہ وہ خطہ کس قدر مردم خیز ہے جو امام ابوحنیفہ کے آباء و اجداد کا وطن اصلی تھا، اسی طرح وہ شہر کوفہ کتنا بڑا علمی، ایمانی اور روحانی مرکز تھا جہاں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

امام ابوحنیفہ کے پوتے اسمٰعیل بن حماد کا بیان ہے کہ ہم فارس کے رہنے والے اور آزاد ہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم پر کبھی غلامی طاری نہیں ہوئی۔(۲)

آپ کے دادا آپ کے والد کو حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے گئے تو انہوں نے ثابت کے لئے دعا فرمائی۔(۳)

تحصیل علم

امام ابوحنیفہ ریشمی کپڑے کی فروخت کا کاروبار کیا کرتے تھے۔ اُن کی دکان ''عمرو بن حریث'' کے گھر میں تھی۔(۴) ظاہر یہ ہے کہ یہ کاروبار انہیں ورثے میں ملا تھا۔ آپ حسب معمول خرید وفروخت میں مصروف تھے کہ ایک دن امام عامر بن شراحیل شعبی رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہو گئی، انہوں نے آپ کی پیشانی پر نجابت وشرافت کے آثار دیکھے تو آپ کو علم حاصل کرنے کا مشورہ دیا، چنانچہ آپ تحصیل علم میں مصروف ہو گئے اور اپنے تمام معاصرین سے آگے نکل گئے۔(۵)

۱۔ الامام الاعظم ابوحنیفہ المتکلم، (ط: قاہرہ)، ص۳۔

۲۔ الجواہر المضیہ، از شیخ عبدالقادر قریشی، ۲/۳۵۲۔

۳۔ تعارف فقہ وتصوف از شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص ۲۰۹۔

۴۔ تاریخ بغداد، ۱۳/۳۲۶، ۵۔ عقود الجمعان، ص ۱۶۰۔

یوں تو امام ابوحنیفہ نے چار ہزار مشائخ سے استفادہ کیا۔(۱) اور حضرت عبداللہ ابن ابی اوفی اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ بعض حضرات نے صحابہ کرام کی ایک جماعت سے حدیث سننے کا بھی تذکرہ کیا ہے، لیکن دوصحابہ کی زیارت سے تو کسی کو اختلاف نہیں ہے، اسی لئے امام صاحب کو اکابر تابعین میں شمار کیا جاتا ہے، جب کہ دوسرے شہروں کے معاصر ائمہ کے لئے یہ فضیلت ثابت نہیں مثلاً امام اوزاعی شام میں، حمادین بصرہ میں، سفیان ثوری کوفہ میں، امام مالک مدینہ منورہ میں اور امام لیث مصر میں (۲) تاہم زیادہ تر استفادہ امام حماد بن ابی سلیمان سے کیا۔ اٹھارہ سال ان کی خدمت میں زانوئے تلمذ طے کیا۔ امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ جب سے امام حماد کی وفات ہوئی ہے اس وقت سے میں نے جب بھی نماز پڑھی تو اپنے والدین کے ساتھ ان کی مغفرت کے لئے بھی دعا کی ہے بلکہ فرماتے ہیں کہ میں ان تمام علماء کی مغفرت کی دعا مانگتا ہوں جن سے میں نے علم حاصل کیا ہے یا جنہوں نے مجھ سے علم حاصل کیا ہے۔(۳)

فقہ میں تخصص حاصل کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب میں نے علم حاصل کرنے کا ارادہ کیا تو میں نے تمام علوم کو اپنے سامنے رکھا اور ہر ایک کے فائدے اور انجام میں غور کیا۔

سب سے پہلے میں نے سوچا کہ علم کلام حاصل کروں، لیکن مجھے اس کا فائدہ کم دکھائی دیا، کیونکہ جب انسان اس میں کامل ہو جائے تو کھلم کھلا بات نہیں کرسکتا، اُس پر ہر برائی کا الزام لگایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ ''صاحب ہوا'' ہے۔

پھر میں نے علم ادب اور نحو میں غور کیا، اس کا انجام یہ دکھائی دیا کہ میں بچوں کے پاس بیٹھوں اور انہیں نحو اور ادب پڑھاؤں۔

پھر میں نے علم شعر میں غور کیا تو مجھے اس کا انجام یہ نظر آیا کہ میں کسی کی مدح کروں اور کسی کی ہجو، بے ہودہ باتیں کروں اور جھوٹ بولوں۔

پھر میں نے علم قرأت میں غور کیا تو اس کا انجام یہ سامنے آیا کہ جب میں اس علم کی انتہا کو پہنچ جاؤں اور لوگوں کو میری طرف حاجت پیش آئے تو میرے پاس نوعمر بچے جمع ہوں اور وہ مجھ

۱۔ جامع المسانید (مقدمہ)، ص ۳۰۔ ۲۔ عقود الجمان، ص ۵۔

۳۔ تاریخ بغداد، ۱۳/۳۳۴۔

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

سے پڑھیں۔

پھر میں نے علم حدیث میں غور کیا تو میں نے سوچا کہ جب میں طویل عمر صرف کر کے بہت سی حدیثیں سن لوں گا تو لوگ میری طرف محتاج ہوں گے اور میرے پاس نوجوان بچے جمع ہوں گے اور ہوسکتا ہے کہ وہ مجھ پر جھوٹ بولنے اور حافظے کی کمزوری کی تہمت لگائیں اور یہ عیب قیامت تک میری طرف منسوب رہے۔

آخر میں نے فقہ میں غور کیا اور جب بھی اسے الٹ پلٹ کر دیکھا تو اس کی عظمت ہی اجاگر ہوتی گئی اور اس میں کوئی عیب نظر نہیں آیا۔ اس کی بدولت علماء، فقہاء، مشائخ اور ارباب بصیرت کے ساتھ بیٹھنے کا موقع ملے گا اور ان کے اخلاق کو اپنانے کی سعادت نصیب ہوگی۔ نیز مجھے یہ بات سمجھ میں آئی کہ فقہ کی معرفت کے بغیر فرائض اور عبادت کی ادائی نہیں ہو سکے گی اور دین کو قائم نہیں کیا جا سکے گا، اس کے ذریعے دین بھی حاصل ہوگا اور دنیا بھی، چنانچہ میں اس میں مصروف ہوگیا۔(۱)

یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فقہ ہی کے لئے پیدا کیا تھا اس لئے ہر طرف سے اسی کی طرف رہنمائی ہوتی گئی۔

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت حماد کے درس میں حاضر ہوگیا، میں ان کے بیان کردہ مسائل سنا کرتا تھا اور یاد کر لیتا تھا، دوسرے دن وہ شاگردوں سے سنتے تو میں انہیں کل کا سبق سنا دیتا جب کہ دوسرے شاگرد خطا کر جاتے، اس لئے حضرت حماد نے فرمایا:

مجلس درس میں سب سے آگے میرے سامنے ابوحنیفہ کے علاوہ کوئی نہ بیٹھے۔

میں دس سال تک ان کی خدمت میں حاضری دیتا رہا، کارِ قضا بصرہ میں ان کا ایک رشتے دار فوت ہوگیا، جس کا کوئی وارث ان کے علاوہ نہ تھا۔ انہوں نے مجھے اپنی جگہ پر بٹھایا اور تشریف لے گئے، میرے پاس ایسے مسائل بھی آئے جو میں نے ان سے سنے نہیں تھے، میں جواب دیتا اور اسے لکھ لیتا، تقریباً دو ماہ کے بعد جب وہ واپس تشریف لائے تو میں نے مسائل ان کی خدمت میں پیش کر دیئے جن میں سے چالیس مسائل میں تو انہوں نے میرے ساتھ موافقت کی لیکن بیس مسائل میں میری مخالفت کی، میں نے قسم کھالی کہ میں ان کی زندگی میں ان سے الگ نہیں ہوں

۱۔ عقود الجمان، ص ۱۶۴۔

گا، چنانچہ میں ان سے جدا نہیں ہوا، یہاں تک کہ وہ رحلت فرما گئے۔(۱)

امام ابوحنیفہ اپنے استاذ امام حماد بن ابی سلیمان کا اتنا احترام کرتے تھے کہ ازراہِ تعظیم کبھی ان کی گلی کی طرف پاؤں نہیں پھیلائے، حالانکہ درمیان میں چار گلیوں کا فاصلہ تھا۔(۲)

یہ تعظیم استاذ کی بے پایاں شفقتوں کا نتیجہ تھی، حضرت حماد بیس سال تک امام ابوحنیفہ اور ان کے اہل وعیال کی کفالت کرتے رہے۔(۳) اور اپنی اولاد سے بڑھ کر ان سے محبت کرتے تھے، امام حماد بن ابی سلیمان کے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ واسط میں تھا، میرا ایک چھوٹا بیٹا کوفہ میں تھا جس کے ساتھ میرے والد بڑی محبت کرتے تھے، جب واسط میں ہمارا قیام طویل ہوگیا تو ایک دن میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ آپ کو سب سے زیادہ شوق کس سے ملنے کا ہے؟ میرا خیال یہ تھا کہ وہ میرے بیٹے کا نام لیں گے، لیکن انہوں نے فرمایا: ابوحنیفہ سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے۔(۴)

امام حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل اور شاگرد ابوبکر نہشلی، ابو بردہ عتبی اور محمد بن جابر کو ان کی جانشینی کی دعوت دی گئی، لیکن سب نے معذرت کر لی، آخر قرعۂ فال امام ابوحنیفہ کے نام نکلا تو آپ نے فرمایا: میں نہیں چاہتا کہ یہ علم ضائع ہو لہٰذا میں آپ حضرات کی خواہش پوری کرتا ہوں۔(۵)

امام ابوحنیفہ نے مسند تدریس پر فائز ہوکر سلسلۂ تعلیم شروع کر دیا۔ صبح وشام پڑھانے میں مگن ہو گئے۔ فرماتے ہیں ان ہی دنوں ایک خواب دیکھا:

> جیسے میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کو کھودا ہے، آپ کی ہڈیاں جمع کر کے اپنے سینے پر رکھیں، اور انہیں ایک دوسری کے ساتھ جوڑا، اس خواب نے مجھے جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ میں نے تدریس کی مجالس کو چھوڑ دیا اور ایک بااعتماد آدمی کو اس خواب کی تعبیر پوچھنے کیلئے ابن سیرین کے پاس بھیجا، انہوں نے تعبیر یہ بتائی کہ:
> اس خواب کے دیکھنے والا اُس علم کو زندہ کرے گا جو مر چکا ہوگا۔

۱۔ تاریخ بغداد، ۱۳/۳۴۴-۳۳۳۔ ۲۔ مناقب کردری، ۱/۲۶۵۔
۳۔ مناقب کردری، ۱/۲۵۵۔ ۴۔ مناقب موفق، ۱/۱۴۸۔
۵۔ سوانح بے بہائے امام اعظم، ص ۹۳ (بحوالہ علامہ صیمری)۔

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

ایک دوسری روایت میں ہے کہ امام ابوحنیفہ امام ابن سیرین کے شاگرد کے پاس گئے اور ان سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی تو انہوں نے بتایا:

> آپ سنت کے قائم کرنے میں ایسا کام کریں گے جو آپ سے پہلے کسی نے نہیں کیا ہوگا اور آپ علم کی بہت گہرائی تک جائیں گے۔ تب میں نے اس علم میں یہ اجتہاد کیا۔(۱)

ظاہر ہے کہ یہ خواب حضرت امام کے اشتیاق اور حوصلے کو مزید تقویت دینے کیلئے تھا۔

تلامذہ:

قاضی القضاۃ ابوبکر عتیق بن داؤد یمانی فرماتے ہیں:

> اللہ تعالیٰ نے اس امت کی حفاظت کے لئے اتنے شاگرد اور فضلاء امام ابوحنیفہ کے گرد جمع کر دیئے جتنے کسی اور دور میں کسی خطے میں جمع نہیں ہوئے۔(۲)

امام علامہ محمد بن یوسف صالحی شامی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

> امام ابوحنیفہ سے استفادہ کرنے والوں کا احاطہ کرنا ممکن نہیں ہے۔(اس کے بعد متعدد ائمہ مثلاً ابن ابی لیلیٰ، امام مالک بن انس، امام شافعی، امام احمد اور اسحاق وغیرہم ائمہ اسلام کا ذکر کرنے کے بعد حافظ ابومحمد حارثی رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ: ان تمام حضرات کے اتنے شاگرد اور فیض یافتگان سامنے نہیں آئے جتنے امام ابوحنیفہ کے تھے، علماء اور تمام لوگوں نے مشتبہ احادیث، مستنبط مسائل، پیش آمدہ مسائل، فیصلوں اور احکام میں جتنا فائدہ امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں سے حاصل کیا کسی سے نہیں کیا۔(۳)

امام ابو حنیفہ کے شاگردوں کی تعداد ایک اندازے کے مطابق دس ہزار بتائی گئی ہے۔(۴) امام محمد بن یوسف صالحی شافعی نے آٹھ سو اکابر علماء کی فہرست پیش کر دی ہے جنہوں نے امام ابوحنیفہ سے استفادہ کیا۔(۵)

۱۔ عقود الجمان، ص ۱۷۱۔۱۷۰۔
۲۔ جامع المسانید (ط: فیصل آباد) ۱/۳۱۔
۳۔ عقود الجمان، ص ۹۰۔۸۹۔
۴۔ تعارف فقہ وتصوف، ص ۲۲۰۔
۵۔ عقود الجمان، ص ۹۱۔

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں : فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے

لطف کی بات یہ ہے کہ آپ کے مشائخ نے بھی آپ سے استفادہ کیا۔ مثلاً امام حماد بن ابی سلیمان، سلیمان بن مہران الاعمش (۱)، عاصم بن ابی النجود (سات قاریوں میں سے ایک) بعض بزرگ علماء نے بھی استفادہ کیا مثلاً ایوب سختیانی (۲)

بخاری شریف میں ۲۲ احادیث ثلاثیات (جن میں امام بخاری اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے درمیان تک صرف تین راویوں کا واسطہ ہے) امام بخاری کا سرمایۂ افتخار ہیں، ان میں سے نصف احادیث امام مکی ابن ابراہیم کی روایت ہیں، ان کے علاوہ خلاد بن یحییٰ ثلاثیات کے راویوں میں سے ہیں اور یہ دونوں امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہیں۔ (۳)

امام ابوحنیفہ نے حدیث شریف کی روایت امام مالک سے لی ہے اور انہوں نے امام ابوحنیفہ سے روایت کی ہے۔ (۴) دراصل محدثین میں یہ قابل تحسین روایت رہی ہے کہ انہیں جو حدیث جہاں سے ملی ہے خواہ وہ عمر اور مرتبے میں بڑا ہے، برابر ہے یا چھوٹا ہے اسے حاصل کرنے میں عار محسوس نہیں کی، امام شافعی تو امام مالک کے شاگرد ہیں اور امام احمد بن حنبل امام شافعی کے شاگرد ہیں۔ صحاح ستہ کے مصنفین امام احمد بن حنبل کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ اسی طرح یہ سب حضرات امام ابوحنیفہ کے سلسلۂ تلامذہ میں سے ہیں۔

طریقت میں استفادہ وافادہ:

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ مروج علوم دینیہ کا حاصل کر لینا ہی کافی ہے، اس کے بعد تصوف، زہد اور روحانیت کے لئے کسی استاد کی ضرورت نہیں رہتی، امام ابوحنیفہ نے واضح طور پر اس خیال کا رد کیا ہے۔ امام ابوالقاسم قشیری فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد طائی کے زہد کا سبب یہ بنا کہ وہ امام ابوحنیفہ کی مجلس میں بیٹھتے تھے، ایک دن امام ابوحنیفہ نے انہیں فرمایا: اے ابوسلیمان: "اَمَّا الْاَدَاۃُ فَقَدْ اَحْکَمْنَاھَا" آلہ تو ہم نے مضبوط کر دیا ہے، انہوں نے عرض کیا: مزید کونسی چیز باقی ہے؟ تو امام نے فرمایا: وہ ہے عمل (۵) یہی وہ موڑ تھا جب حضرت داؤد طائی زہد کی طرف مائل ہوئے اور دنیائے

۱۔ حواشی الانتقاء، از شیخ ابوغدہ، (ط: صاحب)، ص ۱۹۵۔۱۹۴۔

۲۔ عقود الجمان، ۱۲۰۔۱۰۱۔ ۳۔ عقود الجمان، ص ۱۴۸۔۱۱۰۔

۴۔ عقود الجمان، ص ۳۴۳ ظ۔ ۵۔ رسالہ قشیریہ (ط: مصر)، ص ۱۳۔

تصوف کے امام بنے، ان کے مرید اور خلیفہ معروف کرخی اوران کے بعد سلسلہ اس طرح ہے۔سری سقطی، شیخ شبلی، ابو القاسم نصرآبادی ابوعلی دقاق اوران کے مرید وخلیفہ حضرت شیخ ابو القاسم عبدالکریم قشیری رحمہم اللہ تعالیٰ یاد رہے کہ داؤد طائی کو اسی طرح حضرت حبیب عجمی سے اجازت و خلافت تھی جس طرح امام ابوحنیفہ سے خلافت حاصل تھی۔(۱)

امام ابوحنیفہ نے طریقت کا فیض دو سال حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں رہ کر حاصل کیا، اسی لئے امام ابوحنیفہ فرمایا کرتے تھے: "لَوْ لَا السنتان لَهَلَکَ النُّعْمَانُ" اگر دو سال نہ ہوتے تو نعمان ہلاک ہوجاتا۔(۲)

عبادت وریاضت:

ایک دن امام ابوحنیفہ جارہے تھے، راستے میں آپ نے سنا کہ ایک شخص دوسرے کو کہہ رہا ہے کہ یہ ابوحنیفہ ہیں جو رات بھر نہیں سوتے، امام صاحب نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہمارا یہ ذکر خیر پھیلا دیا ہے، اللہ کی قسم! لوگ میرے بارے میں ایسے کام بیان نہیں کریں گے جو میں نہیں کرتا، اس کے بعد انہوں نے ساری رات نماز، دعا اور تضرع وزاری میں گزارنا شروع کردی۔(۳)

پھر یہ ایک دو ماہ کا معمول نہیں تھا، تیس سال تو یہ معمول رہا کہ ہر رات ایک رکعت میں ایک دفعہ قرآن پاک ختم کرتے۔(۴) پینتالیس سال عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔(۵) ہر دن رات میں ایک دفعہ قرآن پاک ختم کرتے، رمضان المبارک میں عید الفطر کے دن اور رات سمیت باسٹھ مرتبہ قرآن پاک ختم کرتے۔(۶)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ میری پیدائش ۸۰ھ میں ہوئی اور میں نے سولہ سال کی عمر میں اپنے والد کے ہمراہ ۹۶ھ میں حج کیا(۷) مجموعی طور پر آپ نے پچپن حج کئے۔(۸) ایک دفعہ بیت اللہ شریف میں ایک پاؤں پر کھڑے ہوکر آدھا قرآن پاک پڑھا، باقی آدھا دوسرے

۱۔ مقدمہ سوانح بے بہائے امام اعظم، ص ۴۱۔ ۲۔ حجۃ السالکین فی رد المنکرین (ط: ممبئی) ص ۹۳
۳۔ عقود الجمان، ص ۲۱۳۔ ۴۔ تاریخ بغداد، ۳۵۲/۱۳۔
۵۔ تاریخ بغداد، ۳۵۳/۱۳۔ ۶۔ عقود الجمان، ص ۲۱۳۔
۷۔ مسند الامام ابی حنیفہ بروایۃ حصکفی، (ط: مصر)، ص ۲۰۔
۸۔ مناقب الامام الاعظم، للکردری (ط: کوئٹہ)، ۲۵۰/۱۔

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

پاؤں پر کھڑے ہو کر پڑھا۔(۱) جس جگہ آپ کی وفات ہوئی (یعنی وفات کے وقت جو آپ کی رہائش گاہ تھی) وہاں آپ نے سات ہزار مرتبہ قرآن پاک ختم کیا۔(۲)

ابو مطیع کا بیان ہے کہ میں مکہ معظمہ میں تھا، میں رات کی جس ساعت میں بھی طواف میں داخل ہوا تو امام ابوحنیفہ اور سفیان کو طواف کرتے ہوئے پایا۔(۳)

تیس سال روزہ رکھتے رہے اور اس مدت میں (ایام ممنوعہ کے علاوہ) افطار نہیں کیا۔

اس کے باوجود خوفِ خدا کا کیا عالم تھا؟ مسعر کہتے ہیں کہ میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ جا رہا تھا، نادانستگی میں ان کا پاؤں ایک بچے کے پاؤں پر آ گیا، اس بچے نے کہا: شیخ! آپ قیامت کے دن کے قصاص (بدلے) سے نہیں ڈرتے؟ امام ابوحنیفہ بے ہوش ہو گئے، میں ان کے پاس بیٹھا رہا، جب انہیں ہوش آیا تو میں نے کہا: اس بچے کی بات نے آپ کے دل پر اتنا اثر کیا؟ امام نے فرمایا: اَخَافُ اَنَّہٗ لُقِنَ مجھے خوف ہے کہ اس بچے (نے خود نہیں کہا، بلکہ اس سے) کہلوایا گیا ہے۔(۴)

مخلوق الٰہی میں جو انہیں بے مثال مقبولیت حاصل ہوئی وہ اپنی جگہ، اللہ تعالیٰ نے انہیں سو مرتبہ اپنے دیدار سے نوازا۔(۵)

مجمع العلوم:

امام ابوحنیفہ تن تنہا ایک علمی اکیڈمی کی حیثیت رکھتے تھے، امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ہم علم کے کسی باب کے بارے میں امام ابوحنیفہ سے گفتگو کرتے تھے، جب وہ کسی قول کو اختیار کر لیتے اور ان کے شاگرد اس پر متفق ہو جاتے تو میں کوفہ کے مشائخ کے پاس چکر لگاتا، تاکہ معلوم کروں کہ مجھے ان کے قول کی تائید میں کوئی حدیث یا اثر ملتا ہے یا نہیں؟ بعض اوقات مجھے دو یا تین حدیثیں مل جاتیں، میں وہ حدیثیں لا کر امام کی خدمت میں پیش کر دیتا، بعض کو وہ قبول کر لیتے اور بعض کو رد کر دیتے اور کہتے کہ یہ صحیح نہیں ہے یا کہتے کہ یہ معروف نہیں ہے، حالانکہ وہ حدیث ان کے قول کے مطابق ہوتی تھی، میں امام صاحب سے بات کرتا اور کہتا کہ آپ کو اس کے بارے میں کیسے علم حاصل

۱۔ عقود الجمان، ص ۲۲۰۔
۲۔ تاریخ بغداد، ۱۳/۳۵۳۔
۳۔ عقود الجمان، ص ۲۱۲۔
۴۔ عقود الجمان، ص ۲۱۳۔
۵۔ تاریخ بغداد، ۱۳/۳۵۲۔

ہوا؟ وہ فرماتے: اَنَا عَالِمٌ بِعِلْمِ اَهْلِ الْكُوْفَةِ میں کوفہ کے تمام اہل علم کے علم کا جامع ہوں۔

امام ابوعصمہ کہتے ہیں کہ امام اعظم نے سچ کہا، وہ تمام اہل کوفہ کے علم کے بھی جامع تھے اور کوفہ کے علاوہ دوسرے علماء کے اکثر علم کے بھی جامع تھے اور اس پر گواہ وہ علم ہے جوان (کے مذہب) کی کتابوں میں ہے اور وہ روایات ہیں جو ان کے شاگردوں کے پاس ہیں۔(۱)

امام نووی نے تقریب میں حضرت مسروق کا یہ مقولہ نقل کیا ہے کہ صحابہ کرام کے علم کی انتہا چھ صحابہ پر ہوئی۔(۱) حضرت عمر فاروق (۲) حضرت علی مرتضیٰ (۳) حضرت ابی بن کعب (۴) حضرت زید بن ثابت (۵) حضرت ابوالدرداء اور (۶) حضرت ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) پھر ان چھ حضرات کے علم کی انتہا حضرت علی مرتضیٰ اور ابن مسعود پر ہوئی۔(۲)

اور ان دو اساطین صحابہ کا علم بڑی فراوانی کے ساتھ امام ابوحنیفہ کو ملا۔ایک دن امام ابو حنیفہ خلیفہ وقت ابو جعفر منصور کے پاس تشریف لے گئے، وہاں پر امیر عیسیٰ ابن موسیٰ بھی موجود تھا، اس نے منصور کو کہا:

> امیر المؤمنین! یہ آج دنیا کے سب سے بڑے عالم ہیں، منصور نے پوچھا: نعمان! آپ نے کس سے علم حاصل کیا ہے؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا:
>
> میں نے حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عبداللہ ابن مسعود اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگردوں سے علم حاصل کیا اور ابن عباس کے زمانے میں روئے زمین پر ان سے بڑا کوئی عالم نہیں تھا۔

منصور نے کہا: آپ نے اپنے لئے بڑا مضبوط انتظام کیا ہے۔(۳) مشہور محدث یزید بن ہارون نے فرمایا:

> كَانَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ تَقِيًّا نَقِيًّا زَاهِدًا عَالِمًا، صَدُوْقَ اللِّسَانِ اَحْفَظَ اَهْلِ زَمَانِهٖ۔(۴)

۱۔ مناقب الامام اعظم ابی حنیفہ (ط: کوئیہ) ۲/۱۵۲۔

۲۔ رد المحتار، ۱/۴۹۔

۳۔ مقدمہ جامع المسانید، (ط: سمندری، لائل پور)، ۱/۳۱۔

۴۔ عقود الجمان، ص ۱۹۴۔

امام ابوحنیفہ متقی، پاک صاف، زاہد، عالم، سچی زبان والے اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے حافظ تھے۔

امام بخاری کے استاذ اور ثلاثیات بخاری میں نصف کے راوی امام مکی بن ابراہیم فرماتے ہیں: كَانَ اَبُوْ حَنِيْفَةَ اَعْلَمَ اَهْلِ زَمَانِهٖ (۱) امام ابوحنیفہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔

امام زفر فرماتے ہیں:

> اکابر محدثین مثلاً زکریا ابن ابی زائدہ، عبدالملک بن ابی سلیمان، لیث بن سلیم، مطرف بن طریف اور حصین بن عبدالرحمٰن وغیرہم امام ابوحنیفہ کے پاس آیا کرتے تھے اور ان مسائل کے بارے میں سوال کرتے تھے جو انہیں پیش آتے تھے، نیز ان احادیث کے بارے میں پوچھتے تھے جو ان پر مشتبہ ہو جاتی تھیں۔(۲)

بعض ائمہ نے کیا خوب تجزیہ کیا ہے کہ فقہ کا پودا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لگایا، حضرت علقمہ نے اسے پانی پلایا، حضرت ابراہیم نخعی نے اسے کاٹا، امام حماد بن ابی سلیمان نے اس کی گہائی کی، امام ابوحنیفہ نے اسے پیسا، امام ابو یوسف نے اسے گوندھا اور امام محمد نے اس کی روٹیاں پکائیں جنہیں سب لوگ کھا رہے ہیں۔(۳)

ائمہ دین کا خراج عقیدت:

اس سلسلے میں مشہور امام مجتہد امام محمد بن ادریس شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام ابوحنیفہ کی بارگاہ میں بے مثال خراجِ عقیدت پیش کیا ہے اور بار بار پیش کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

- فقہ میں تمام لوگ امام ابوحنیفہ کے محتاج (بال بچے) ہیں۔(۴)
- مَا رَاَيْتُ اَحَدًا اَفْقَهَ مِنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ خطیب بغدادی کہتے ہیں کہ "ما رایت" سے مراد "مَا عَلِمْتُ" ہے۔(۵)

''مارأیت'' کا معنی عام طور پر ہوتا ہے میں نے نہیں دیکھا، مذکورہ بالا مقولے میں یہ معنی مراد نہیں لیا جا سکتا، کیونکہ امام شافعی کی ولادت اس دن ہوئی جب امام ابوحنیفہ کی وفات ہوئی۔(۶)

۱۔ عقود الجمان، ص ۱۹۵۔ ۲۔ مناقب الامام الاعظم، از موفق، ۲/۱۴۹۔
۳۔ درمختار مع حاشیہ شامی، ۱/۵۰۔۴۹۔ ۴۔ تاریخ بغداد، ۱۳/۳۴۵۔
۵۔ تاریخ بغداد، ۱۳/۳۴۵۔ ۶۔ ردالمحتار، ۱/۶۶۔

☆ کتاب و سنت سے اخذ کردہ احکام، فقہی احکام کہلاتے ہیں ☆

(رحمہما اللہ تعالی) اس مقولے کا معنی یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ سے بڑا فقیہ میرے علم میں نہیں ہے۔

- میں امام ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کے مزار پر حاضر ہوتا ہوں۔اور جب مجھے کوئی حاجت پیش آتی ہے تو دو رکعتیں پڑھتا ہوں اور ان کے مزار کے قریب جا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا مانگتا ہوں تو میری حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے۔(۱)
- حاشیہ منہاج میں ہے کہ امام شافعی نے امام ابوحنیفہ کے مزار کے پاس صبح کی نماز پڑھی تو نماز میں قنوت (دعا) نہیں پڑھی، انہیں پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا ہے؟ تو فرمایا: اس قبر والے کا احترام کرتے ہوئے میں نے اپنے مذہب پر عمل نہیں کیا، بعض دیگر حضرات نے یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ امام شافعی نے بسم اللہ بلند آواز سے نہیں پڑھی۔(۲)
- عورتوں نے امام ابوحنیفہ سے بڑا عقل مند نہیں جنا۔(۳)
- جو شخص فقہ کو جاننا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کو لازم پکڑے۔(۴)
- میں امام ابوحنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ہر دن ان کے مزار کی زیارت کے لئے حاضر ہوتا ہوں۔(۵)
- اللہ کی قسم! میں امام محمد بن حسن کی کتابوں سے ہی فقیہ بنا ہوں۔

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ میری فقاہت میں اضافہ ہو گیا اور میں ایسے مسائل پر آگاہ ہوا جن پر پہلے آگاہ نہیں تھا، کیونکہ امام محمد نے بہت سے نئے نئے مسائل بیان کئے تھے۔ یہ توجیہ اس لئے کی کہ امام شافعی بغداد پہنچنے سے پہلے ہی فقیہ مجتہد تھے اور جو مجتہد مطلق نہ ہو اس سے اجتہاد مطلق حاصل نہیں کیا جا سکتا۔(۶)

ان ارشادات کو سامنے رکھتے ہوئے امام شافعی کے کسی مقلد کو ہرگز زیب نہیں دیتا کہ وہ امام ابوحنیفہ پر زبان طعن دراز کرے، نیز خطیب بغدادی نے امام ابوحنیفہ کے خلاف جن لوگوں کے اقوال بیان کئے ہیں ان کی امام شافعی کے سامنے کیا حیثیت ہے؟

۱۔ ردالمحتار، ۱/۵۵۔ ۲۔ ردالمحتار، ۱/۵۵۔
۳۔ عقود الجمان، ص ۲۴۷۔ ۴۔ جامع المسانید، ۱/۳۶۔
۵۔ الجواہر المضیئۃ، ۲/۵۱۹۔ ۶۔ درمختار مع حاشیہ شامی (ط: کراچی) ۱/۵۱۔

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

امام اعمش امام ابوحنیفہ کے استاذ بھی ہیں اور ان سے استفادہ کرنے والے بھی ہیں، ایک دن امام اعمش سے کچھ مسائل پوچھے گئے، انہوں نے امام ابوحنیفہ کو کہا کہ آپ ان مسائل میں کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے وہ مسائل بتادیئے، امام اعمش نے پوچھا کہ آپ نے یہ مسائل کہاں سے اخذ کئے ہیں؟ امام ابوحنیفہ نے فرمایا: آپ نے ہمیں ابوصالح سے روایت کی، انہوں نے حضرت ابوہریرہ سے، اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد بیان کیا، اسی طرح آپ نے فلاں صحابی سے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی۔ اسی طرح چند حدیثیں بیان کردیں۔ امام اعمش نے فرمایا: تمہارے لئے یہ احادیث کافی ہیں، میں نے تمہیں جو حدیثیں ایک سو دن میں بیان کی تھیں وہ آپ نے مجھے ایک دن میں بیان کردی ہیں، مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ ان احادیث پرعمل کرتے ہیں، نیز فرمایا:

يَا مَعْشَرَ الْفُقَهَاءِ اَنْتُمُ الْاَطِبَّاءُ وَنَحْنُ الصِّيَادِلَةُ

اے گروہ فقہاء! تم اطباء ہو اور ہم پنساری ہیں۔

وَاَنْتَ اَيُّهَا الرَّجُلُ اَخَذْتَ بِكِلَا الطَّرْفَيْنِ۔(۱)

اور اے بندۂ خدا! تم نے تو دونوں طرف سے حصہ لیا ہے۔

ایک عظیم محدث کی طرف سے اپنے شاگرد کے لئے اتنے بڑے خراجِ تحسین کی مثال تاریخ میں شاید ہی ملے گی۔

اپنے دور کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) امام ابویوسف فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ حدیث صحیح کے بارے میں مجھ سے زیادہ بصیرت رکھنے والے تھے۔(۲)

امام بخاری کے استاذ اور ''ثلاثیات بخاری شریف'' میں سے نصف کے راوی امام مکی بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔(۳)

امام یزید بن ہارون سے پوچھا گیا کہ ابوحنیفہ بڑے فقیہ ہیں یا سفیان؟ انہوں نے فرمایا: سفیان حدیث کے بڑے حافظ ہیں اور ابوحنیفہ بڑے فقیہ ہیں، ساتھ ہی فرمایا کہ میں نے امام ابوعاصم نبیل سے پوچھا کہ سفیان اور ابوحنیفہ میں سے بڑا فقیہ کون ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:

۱۔ عقود الجمان، ص۲۲-۳۲۱۔ ۲۔ تاریخ بغداد، ۱۳/۳۴۰۔

۳۔ تاریخ بغداد، ۱۳/۳۴۵۔

ابو حنیفہ کے غلاموں میں سے ایک غلام بھی سفیان سے بڑا فقیہ ہے۔(۱)

حضرت عبداللہ ابن مبارک فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ امام ابو حنیفہ اور سفیان کے ذریعے میری امداد نہ فرماتا تو میں ایک عام آدمی ہوتا۔(۲) حالانکہ وہ دنیائے اسلام کے عظیم محدث، فقیہ، مجاہد اور اولیاء کاملین میں سے تھے۔

امام ابو حنیفہ اور تدوین فقہ اسلامی :

اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ پر بہت بڑا احسان فرمایا کہ اس نے امام ابو حنیفہ جیسا جامع العلوم اور تاریخ اسلام کا عظیم ترین قانون دان، امام مجتہد رہنما مسلمانوں کو عطا فرمایا۔ آپ نے تمام دینی علوم میں غور وفکر کر کے فقہ میں تخصص حاصل کرنے کا فیصلہ کیا اور جب ۱۲۰ھ میں آپ کے استاذ امام حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ تعالیٰ اس دنیا سے رحلت فرما گئے تو آپ پوری طرح ان کی مسند کے لائق تھے۔

معلوم ہوتا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے تحصیل علوم کے ساتھ ساتھ طویل غور وخوض کے بعد ایک منصوبہ بنایا تھا، جو رہتی دنیا تک امت مسلمہ کی رہنمائی کرتا رہے۔ آپ دیکھ رہے تھے کہ اسلامی فتوحات میں جہاں بڑی وسعت پیدا ہوگئی ہے وہاں نت نئے مسائل بھی سر اُٹھا رہے ہیں۔ ان کا حل قرآن وحدیث کی روشنی میں ہونا چاہئے اور ایسے دیدہ ور علماء تیار کرنے چاہئیں جو منصب تدریس، افتاء اور قضاء پر فائز ہو کر مسلمانوں کے مسائل حل کرتے رہیں۔

حدیث شریف میں ہے: اتقوا فراسة المؤمن فَاِنَّهٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللہِ ۔(۳) امام ابو حنیفہ اس حدیث کے مصداق تھے، ہارون الرشید نے امام ابو یوسف سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

> اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ پر رحم فرمائے وہ جس چیز کو سر کی آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے تھے اسے عقل کی آنکھ سے دیکھ لیتے تھے۔(۴)

دوسرا بڑا کارنامہ سب سے پہلے علم شریعت کی تدوین ہے، ان سے پہلے یہ کام کسی نے

۱۔ تاریخ بغداد، ۱۳/۳۴۲۔ ۲۔ تاریخ بغداد، ۱۳/ ۳۳۷۔

۳۔ کتاب التفسیر، فی تفسیر قولہ تعالیٰ ان فی ذلک الایات للمتوسمین۔

۴۔ تاریخ بغداد، ۱۳/ ۳۴۸۔

☆ الفقه حقیقته الفتح و الشق ☆ فقہ کے معنی ہیں کھولنا اور بیان کرنا ☆

نہیں کیا تھا، صحابۂ کرام اور تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے علم شریعت کو کتب اور ابواب کی صورت میں مرتب نہیں کیا تھا۔ وہ اپنے حافظوں کی قوت پر اعتماد کرتے تھے اور انہوں نے اپنے دلوں کو اپنے علوم کے صندوق بنا رکھا تھا، امام ابو حنیفہ نے دیکھا کہ علم بکھرا ہوا ہے۔ انہیں خوف محسوس ہوا کہ کہیں بعد میں آنے والے نالائق لوگ اسے ضائع کر دیں گے۔ جیسے حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح علم قبض نہیں فرمائے گا کہ لوگوں سے علم چھین لے، بلکہ علماء کو اُٹھا لے گا ان کے ساتھ علم بھی اُٹھ جائے گا۔ (۱)

امام ابو حنیفہ کا تیسرا منفرد کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے تن تنہا فقہ حنفی مرتب نہیں کی، بلکہ اسے اجتماعی اور شورائی فقہ بنا دیا، آپ نے اپنے بے شمار شاگردوں میں سے اصحاب کمال کا ایک بورڈ بنایا اور اجتماعی طور پر استنباطِ مسائل کی داغ بیل ڈالی۔

اجتماعی اجتہاد اور تحقیق کے لئے ضروری ہے کہ کوئی مسلم ہستی سربراہ ہو، ورنہ اختلاف کی صورت میں فیصلہ نہیں ہو سکے گا، امام ابو حنیفہ نے مسجد میں ایک حلقہ دیکھا جس میں علماء فقہی مسائل پر غور کر رہے تھے، امام صاحب نے پوچھا کہ ان کا کوئی سربراہ ہے؟ حاضرین نے کہا: نہیں، فرمایا: یہ لوگ کبھی فقیہ نہیں بن سکتے۔ (۲) امام صاحب نے جو بورڈ مقرر کیا تھا اس کے سربراہ وہ خود تھے اور اس دور میں ان سے بہتر سربراہ نہیں مل سکتا تھا۔

امام سیف الائمہ سائلی فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے اپنی زبان اور قلم سے اس وقت تک فتویٰ نہیں دیا جب تک ان کے اساتذہ نے انہیں حکم نہیں دیا۔ تب وہ کوفہ کی جامع مسجد (جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعمیر کروائی تھی اور اس میں بیک وقت چالیس ہزار افراد نماز پڑھ سکتے تھے) میں تشریف فرما ہوئے اور آپ کے ساتھ ایک ہزار شاگردوں کی جماعت تھی، ان میں سے اجل اور افضل چالیس حضرات تھے جو درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے، امام صاحب نے انہیں قریب کیا اور فرمایا:

تم میرے اکابر شاگرد ہو، تم میرے دل کی مسرتوں کے حصول اور غموں کی دوری کا سامان ہو، میں نے اس فقہ کو لگام ڈال دی ہے اور تمہارے لئے اس پر زین ڈال دی ہے (یعنی اس کے اصول وضوابط وضع کئے ہیں اور اسے تمہارے لئے آسان بنا دیا

۱۔ مناقب الامام الموفق، ۱۳۶/۲۔ ۲۔ الانتقاء ابن عبدالبر اندلسی، ص ۲۵۷۔

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

ہے) لہٰذا تم میری امداد کرو، کیونکہ لوگوں نے مجھے آگ پر پل صراط بنا دیا ہے، خوشگوار نتائج میرے غیر کے لئے ہیں اور بوجھ میری پشت پر ہے۔(۱)

منتخب تلامذہ کی تعداد:

منتخب اور افاضل شاگردوں کی تعداد کے بارے میں مختلف روایات ہیں، امام ابوحنیفہ کے پوتے اسمٰعیل بن حماد فرماتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کے (بلند پایہ) اصحاب دس تھے، ابو یوسف، زفر، اسد بن عمرو النخعی، عافیہ الاودی، داؤد طائی، قاسم ابن معن مسعودی، علی بن مسہر، یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ، حبان، مندل یہ دونوں علی عنزی کے بیٹے تھے، ان میں ابو یوسف اور زفر جیسا کوئی نہ تھا۔(۲)

حضرت سہل بن مزاحم کا بیان ہے کہ امام ابوحنیفہ کے اردگرد ان کے بہترین اور افاضل اصحاب میں سے تیس حضرات تھے۔(۳)

جبکہ اسمٰعیل بن حماد ہی سے روایت ہے کہ ایک دن امام ابوحنیفہ نے فرمایا:

یہ ہمارے چھتیس افراد ہیں، ان میں سے اٹھائیس قاضی بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور چھ مفتی بننے کے قابل ہیں اور دو اس لائق ہیں کہ قاضیوں اور مفتیوں کی تربیت کریں۔ یہ اشارہ تھا ابو یوسف اور زفر کی طرف۔(۴)

افتخار الحسین میاں نے اپنے مقالے: ''امام ابوحنیفہ کی مجلس فقہ'' میں امام صاحب کے ایسے پچاس ''ارباب کمال تلامذہ'' کی فہرست دی ہے نیز ان کا مختصر تعارف بھی کرایا ہے، جن کے بارے میں سوانح نگاروں نے یہ لکھا ہے: لزمہ: ''صحبہ'' یا ''لازمہ'' (۵)

یاد رہے کہ امام اعظم کے شاگردوں کی مذکورہ بالا فہرست میں امام محمد ابن حسن شیبانی کا ذکر نہیں ہے۔ غالباً اس کی وجہ یہ تھی کہ امام صاحب کی وفات کے وقت ان کی عمر صرف اٹھارہ سال

۱۔ مقدمہ جامع المسانید، ۱/۳۳۔ ۲۔ تاریخ بغداد، ۱۴/۲۴۸۔
۳۔ المناقب للموفق، ۱/۸۲۔ ۴۔ تاریخ بغداد، ۱۴/۲۵۰۔
۵۔ امام ابوحنیفہ: حیات، فکر اور خدمات، (ط: اسلام آباد)، ص ۲۴۸۔۲۱۹۔

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانون شریعت ہی کا دوسرا نام فقہ اسلامی ہے ☆

تھی، ورنہ امام صاحب کے مذہب کی ترجمانی اور اس کے پھیلانے میں ان کا کردار بے مثال ہے۔

حضرت وکیع بن جراح بھی فقہی بورڈ کے ممبر تھے۔ ان کے سامنے کسی نے کہہ دیا ابوحنیفہ نے خطا کی۔ انہوں نے فرمایا: ابوحنیفہ کیسے خطا کر سکتے ہیں؟

> ان کے ساتھ ابو یوسف، زفر اور محمد جیسے اصحاب قیاس و اجتہاد ہیں، یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ، حفص بن غیاث اور علی کے دو بیٹے حبان اور مندل ایسے حدیث کے حافظ اور اصحاب معرفت ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود کے پرپوتے قاسم بن معن ایسے لغت اور عربی زبان کے ماہر ہیں اور زہد و ورع میں داؤد بن نصیر طائی اور فضیل بن عیاض ہیں۔ جس امام مجتہد کے اصحاب اور ہم نشین یہ لوگ ہوں گے وہ خطا نہیں کر سکتا، کیونکہ اگر اس سے خطا صادر بھی ہوگئی تو یہ حضرات اسے حق کی طرف پھیر دیں گے۔(۱)

امام ابوالمؤید خوارزمی فرماتے ہیں:

> امام ابو حنیفہ کے سامنے جب کوئی واقعہ پیش آتا تو وہ اپنے شاگردوں سے مشورہ کرتے، ان سے گفتگو کرتے، مناظرہ کرتے اور وہ احادیث اور آثار سنتے جو ان کے پاس ہوتے اور جو کچھ ان کے پاس ہوتا وہ بیان کرتے، بعض اوقات ایک مہینہ یا اس سے بھی زیادہ بحث مباحثہ جاری رہتا۔ یہاں تک کہ کسی ایک قول پر فیصلہ ہو جاتا، تب اسے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ لکھ لیتے۔ اس شورائی انداز پر انہوں نے اصول طے کیے، دوسرے ائمہ کی طرح تن تنہا اصول طے نہیں کیے۔ (۲)

امام ابوحنیفہ اپنے شاگردوں کو کھل کر ایک دوسرے سے بات چیت کا موقع دیتے تھے اور آخر میں کسی ایک کے حق میں فیصلہ دیتے۔ اور یہ بھی ان کی تربیت کا ایک انداز تھا، امام صاحب کے صاحبزادے حضرت حماد روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک دن امام ابوحنیفہ کو دیکھا ان کی دائیں جانب ابو یوسف تھے اور بائیں جانب زفر اور وہ دونوں کسی مسئلے میں بحث کر رہے تھے۔ ابو یوسف جو قول پیش کرتے زفر اسے رد کر دیتے اور جو قول امام زفر پیش کرتے اسے امام ابو یوسف رد کر دیتے، یہاں تک کہ ظہر کا وقت ہوگیا، جب مؤذن نے اذان دی تو امام ابوحنیفہ نے ہاتھ اُٹھا کر امام زفر کی

۱۔ عقود الجمان، ص ۸۴۔۱۸۳۔ ۲۔ مقدمہ جامع المسانید، ۱/۳۳۔

ران پر مارا اور فرمایا: جس شہر میں ابو یوسف ہو اس میں سرداری کی طمع نہیں کی جاسکتی۔ اس طرح انہوں نے امام ابو یوسف کے حق میں فیصلہ دے دیا۔(۱)

مشہور مصرع ہے۔۔

کرم ہائے تو کرد گستاخ مارا

امام صاحب کی بے پایاں نوازشات اور درگزر کا یہ کرشمہ تھا کہ ابو الخطاب جرجانی کہتے ہیں کہ میں امام صاحب کی مجلس میں حاضر تھا، ایک نوجوان نے امام صاحب سے ایک مسئلہ پوچھا، آپ نے جواب دیا تو اس نے کہا: آپ نے خطاء کی، پھر دوسرا مسئلہ پوچھا، آپ نے اس کا جواب دیا تو اس نے پھر کہا: آپ نے خطاء کی، میں نے امام صاحب کے شاگردوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: کیسی عجیب بات ہے، کیا تم اپنے استاذ کا احترام نہیں کرتے؟ ایک نوجوان آتا ہے اور دو دفعہ کہتا ہے آپ نے خطاء کی اور آپ سب لوگ خاموش ہیں، امام صاحب نے فرمایا:

انہیں چھوڑ دو، میں نے خود انہیں اپنے بارے میں اس کی اجازت دے رکھی ہے۔(۲)

عبداللہ ابن نمیر کا بیان ہے کہ جب امام ابو حنیفہ بیٹھتے تو ان کے شاگرد ان کے گرد بیٹھ جاتے، قاسم بن معن، عافیہ ابن یزید، داؤد طائی اور زفر بن ہذیل وغیرہم وہ کسی مسئلے پر آپس میں بحث شروع کرتے، ان کی آوازیں بلند ہو جاتیں اور کوئی گفتگو نہ کرتا یہاں تک کہ وہ اپنی گفتگو سے فارغ ہو جاتے، جب وہ گفتگو سے فارغ ہوتے تو جس مسئلے پر انہوں نے گفتگو کی ہوتی اسے محفوظ کرنے میں مشغول ہو جاتے اور جب اسے اچھی طرح محفوظ کر لیتے تو دوسرا مسئلہ شروع کر دیتے۔(۳)

فقہ حنفی کا طرۂ امتیاز یہ ہے کہ اس میں صرف پیش آمدہ مسائل کا حل پیش نہیں کیا گیا، بلکہ فرض کر کے ایسی ایسی جزئیات کے احکام بیان کئے گئے جو ابھی معرضِ وجود میں نہیں آئی تھیں، مشہور تابعی امام حضرت قتادہ کوفہ میں آئے تو ایک دن انہوں نے سوال و جواب کی محفل منعقد کی اور فرمایا اللہ کی قسم! آج ہم سے جو شخص بھی حلال و حرام کے بارے میں سوال کرے گا، ہم اسے جواب دیں گے، امام ابو حنیفہ نے اُٹھ کر ان سے ایک سوال کیا، انہوں نے فرمایا: کیا یہ مسئلہ پیش آیا ہے؟ امام

۱۔ تاریخ بغداد، ۱۴/۲۵۰/۲۴۹۔ ۲۔ مناقب کردری، ۱/۲۶۱۔

۳۔ مناقب موفق، ۲/۱۵۰۔

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

صاحب نے فرمایا: نہیں، وہ فرمانے لگے: پھر آپ ایسا مسئلہ کیوں پوچھتے ہیں جو ابھی واقع ہی نہیں ہوا، امام صاحب نے فرمایا:

> ہم بلاء کے نازل ہونے سے پہلے اس کے لئے تیار ہوتے ہیں، تاکہ جب واقع ہو تو ہمیں اس میں داخل ہونے کا طریقہ بھی معلوم ہو اور خارج ہونے کا طریقہ بھی معلوم ہو۔(۱)

جب امام ابو حنیفہ کو کوئی مشکل مسئلہ پیش آجاتا تو اپنے شاگردوں کو فرماتے کہ مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوا جس کی وجہ سے یہ مسئلہ حل نہیں ہو رہا، اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا مانگتے اور بعض اوقات اُٹھ کر دو رکعتیں پڑھتے اور استغفار کرتے، مسئلہ حل ہو جاتا، اس پر فرماتے یہ خوشخبری ہے، معلوم ہوتا ہے میری توبہ قبول ہوگئی ہے، تب ہی مجھے یہ مسئلہ معلوم ہوا ہے، حضرت فضیل بن عیاض کو یہ اطلاع پہنچی تو خوب روئے، امام صاحب کے لئے دعائے رحمت کی اور فرمایا: یہ ان کے گناہوں کی کمی (بلکہ نہ ہونے) کی وجہ سے تھا، دوسرے لوگ تو گناہوں میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں، انہیں اس بات کا احساس ہی نہیں ہوتا۔(۲)

یاد رہے کہ امام ابو حنیفہ تدوین فقہ اور استنباط مسائل اور تعلیم پر تنخواہ یا مشاہرہ نہیں لیتے تھے بلکہ یہ تمام کام اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے کرتے تھے، امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ایک دن صبح کی نماز کے بعد امام ابو حنیفہ سے کچھ مسائل پوچھے گئے، آپ نے ان کا جواب دیا، کسی نے اعتراض کر دیا کہ علماء تو اس وقت خیر کے علاوہ کسی بھی موضوع پر گفتگو کرنے کو مکروہ جانتے تھے، امام ابو حنیفہ نے فرمایا: اس سے بڑا خیر کا کونسا کام ہو سکتا ہے کہ ہم کہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، نیز ہم اللہ تعالیٰ کی تنزیہ بیان کریں اور مخلوق کو اس کی نافرمانی سے بچائیں۔(۳)

تعلیم و تدریس میں ان کے انہماک اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد کا اندازہ اس ایمان افروز واقعہ سے لگائیں کہ ایک دن مسجد میں درس دے رہے تھے کہ چھت سے ایک سانپ گرا اور سیدھا آپ کی آغوش میں آ گیا، لوگ خاص طور پر نوجوان اُٹھ کر بھاگ گئے، لیکن امام صاحب اپنی جگہ بدستور بیٹھے رہے، آپ کے صاحبزادے حضرت حماد بیان کرتے ہیں کہ نہ تو ان کے ہاتھ پاؤں پھول گئے، نہ ہی

۱۔ تاریخ بغداد، ۳۴۸/۱۳۔ ۲۔ عقود الجمان، ص ۲۹۔ ۱۲۸۔

۳۔ مناقب از امام موفق، ۹۳/۲۔

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

اپنی جگہ بدلی اور نہ ان میں کوئی تبدیلی آئی بلکہ فرمایا: (لَنْ یُّصِیْبَنَا اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا) ہمیں وہی چیز پہنچے گی جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے لکھ دی ہے پھر سانپ کو بائیں ہاتھ سے اُٹھا کر دور پھینک دیا۔

عبدالحلیم جندی اس واقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> یہ ان کی روحانی قوت اور درس کے وقار کا مظاہرہ تھا یوں معلوم ہوتا ہے کہ جب شاگرد ان کے سامنے بیٹھتے تو گویا امام صاحب محراب میں اللہ تعالیٰ کے سامنے موجود ہوتے تھے۔(۱)

شاگردوں کی مخالفت کی وجہ:

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آپ کے شاگردوں نے آپ کی مخالفت کیوں کی۔ یہاں تک کہ صاحبین نے مذہب امام کے تہائی حصے میں اختلاف کیا ہے۔(۲) بعض علماء نے اس کی حکمت یہ بیان کی کہ امام اعظم نے ایک بچے کو کیچڑ میں کھیلتے ہوئے دیکھا اور فرمایا: دیکھنا کہیں پھسل نہ جانا، اس نے کہا: آپ اپنی فکر کریں، کیونکہ عالم کا پھسلنا پوری دنیا کا پھسلنا ہے، تب آپ نے اپنے شاگردوں کو فرمایا کہ اگر کوئی دلیل تمہارے سامنے آئے تو اسے ضرور بیان کرو، چنانچہ ہر شاگرد آپ کی کسی روایت (قول) کو اختیار کر لیتا تھا اور اسے ترجیح دیتا تھا اور یہ امام اعظم کی انتہائی درجے کی احتیاط تھی۔(۳)

مجلس علمی کے اراکین صرف اپنے علم پر اکتفاء نہیں کرتے تھے بلکہ دیگر علماء اور محدثین سے بھی رابطہ رکھتے تھے، امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ ہم علم کے کسی باب میں امام ابوحنیفہ سے گفتگو کرتے اور جب آپ کوئی فیصلہ کن قول صادر فرماتے اور تمام اراکین مجلس اس پر متفق ہو جاتے تو میں کوفہ کے مشائخ کے پاس چکر لگاتا، تاکہ معلوم کروں کہ امام صاحب کے قول کی تقویت کے لئے کوئی حدیث یا اثر ملتا ہے یا نہیں؟ بعض اوقات مجھے دو یا تین حدیثیں مل جاتیں، میں وہ لا کر امام صاحب کو پیش کر دیتا، آپ ان میں سے بعض کو قبول کر لیتے اور بعض کو قبول نہ کرتے اور فرماتے یہ حدیث صحیح نہیں ہے یا فرماتے معروف نہیں ہے، حالانکہ وہ ان کے قول کے موافق ہوتی، میں عرض کرتا کہ آپ

۱۔ ابوحنیفہ بطل الحریۃ والتسامح فی الاسلام، از عبدالحلیم جندی، (ط: دارالمعارف، مصر)۔

۲۔ ردالمحتار، ۱/۶۷۔ ۳۔ درمختار مع شامی، ۱/۶۷

کو اس کا علم کیسے ہے؟ فرماتے میں کوفہ کے علماء کے علم سے باخبر ہوں۔(۱)

بلکہ کوئی بھی محدث کوفہ میں آتا تو امام اعظم یا تو خود ان سے ملاقات کرتے ورنہ اپنے شاگردوں کو ان کے پاس بھیجتے اور فرماتے دیکھو ان کے پاس کوئی ایسی حدیث ہے جو ہمارے پاس نہیں ہے۔(۲)

امام ابو حنیفہ کی مجلس ہر فن کے ماہرین پر مشتمل ہوتی تھی اور اس کے سربراہ خود امام اعظم ہوتے تھے، اس مجلس کے بارے میں اس دور کے عظیم عالم فضل بن موسیٰ سینانی فرماتے تھے کہ ہم حجاز اور عراق کے علماء اور مشائخ کی خدمت میں آمدورفت رکھتے تھے، لیکن امام ابو حنیفہ کی مجلس سے زیادہ برکت والی اور زیادہ فائدہ مند کوئی مجلس نہیں تھی۔(۳)

حضرت عبداللہ ابن المبارک فرماتے ہیں کہ میں نے اکابر کو امام ابو حنیفہ کی مجلس میں اصاغر پایا، نیز میں نے اپنے آپ کو امام ابو حنیفہ کی مجلس سے کسی مجلس میں کم قیمت نہیں پایا (یعنی وہاں میری کوئی حیثیت نہیں ہوتی تھی) میں نے جس شخص کو بھی امام ابو حنیفہ سے بحث کرتا ہوا دیکھا مجھے ہمیشہ اس پر ترس آیا۔(۴)

منہج استدلال:

امام ابو حنیفہ اپنا انداز استدلال بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> کتاب اللہ یا سنت کی نص یا اجماع امت کے ہوتے ہوئے کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنی رائے سے بات کرے۔(۵)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

> سب سے پہلے میں کتاب اللہ کو لیتا ہوں، اگر مجھے اس میں حکم نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت کو لیتا ہوں، اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت میں بھی حکم نہ ملے تو میں آپ کے صحابہ میں سے جس کا قول چاہتا ہوں لے لیتا ہوں اور

۱۔ مناقب موفق، ۲/۵۲۔۱۵۱۔ ۲۔ ناقب موفق، ۱/۸۳۔

۳۔ ایضاً۔ ۲/۵۰۔ ۴۔ ایضاً۔ ۲/۵۲۔

۵۔ مناقب کردری، ۱/۱۴۵۔

جس کا قول چاہتا ہوں چھوڑ دیتا اور ان کے اقوال سے نکل کر کسی دوسرے کے قول کی طرف نہیں جاتا، لیکن جب معاملہ ابراہیم نخعی، شعبی، ابن سیرین، حسن بصری، عطاء اور سعید بن مسیب (اور چند دیگر حضرات کا نام لیا) تک پہنچ جائے تو انہوں نے اجتہاد کیا، میں بھی ان کی طرح اجتہاد کرتا ہوں۔(۱)

امام اعظم کے خلاف سراسر معاندانہ پروپیگنڈا کیا گیا ہے کہ وہ حدیث کے مقابل قیاس سے کام لیتے ہیں، ایک شخص نے دورانِ گفتگو امام صاحب کو کہا کہ کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں تو امام صاحب نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت فرمائے جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کی بدولت ہمیں عزت عطا فرمائی اور آپ ہی کے ذریعے آتش جہنم سے رہائی عطا فرمائی۔(۲)

ابن حزم کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ کے تمام شاگردوں کا اس امر پر اجماع ہے کہ امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ حدیث ضعیف قیاس اور رائے سے اولیٰ ہے۔(۳)

جس امام کے نزدیک حدیث ضعیف کو قیاس پر ترجیح ہے، بھلا وہ حدیث صحیح کے ہوتے ہوئے قیاس کو کیوں ترجیح دیں گے؟

تعداد مسائل:

اس سلسلے میں مختلف اقوال ملتے ہیں۔

۱۔ امام مالک نے فرمایا: ابوحنیفہ نے اسلام کے ساٹھ ہزار مسائل بیان کیے۔

۲۔ خطیب خوارزمی نے بتایا کہ تراسی ہزار مسائل بیان کیے، اڑتیس ہزار عبادات کے مسائل تھے اور باقی معاملات کے۔

۳۔ امام ابوبکر عتیق بن داؤد یمانی جب خوارزم آئے تو وہاں انہوں نے بیان کیا پانچ لاکھ مسائل بیان کیے۔(۴)

یاد رہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ ہر سال حج ادا کرنے کے لئے حرمین شریفین جاتے تھے ظاہر

۱۔ عقود الجمان، ص۱۷۲۔ ۲۔ الانتقاء از ابن عبدالبر اندلسی، ص۲۵۹۔

۳۔ عقود الجمان، ص۱۷۷۔ ۴۔ مناقب موفق، ۱/۱۴۴۔

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

ہے اس سفر پر ڈیڑھ دو ماہ صرف ہو جاتے ہوں گے، پھر درمیان میں ابن ہبیرہ کا قضیہ بھی پیش آیا جس کا تذکرہ بعد میں آ رہا ہے، اس کے باوجود مسائل کی کم از کم تعداد بھی تسلیم کی جائے تو اتنے مسائل کا مرتب کر لینا امام ابوحنیفہ اور ان کے شاگردوں کی عظیم ترین کرامت ہے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ۔

فقہ حنفی کی حکمرانی:

اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہ کے شاگردوں اور ان کے شاگردوں کو دنیا میں اقتدار عطاء فرمایا وہ قاضی بنائے گئے اور مفتی بنائے گئے جس طرح امام اعظم کا منصوبہ تھا اور تاریخ اسلام میں طویل عرصہ تک فقہ حنفی بطور پبلک لاء نافذ رہی۔

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ سلطنت عباسیہ کا مذہب اگرچہ وہ تھا جو ان کے جد امجد (حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا تھا، تاہم ان کے اکثر قاضی (جج) اور مشائخ احناف تھے اور ان کی حکومت کی مدت پانچ سو سال تھی۔ پھر سلجوقی بادشاہوں اور ان کے بعد خوارزمیوں کا مذہب حنفی ہی تھا اور ان کے ممالک کے قاضی عموماً حنفی تھے۔

رہے ہمارے زمانے کے آل عثمان کے (ترکی) حکمران تو ۹۰۰ھ سے آج تک قضاء اور دوسرے عہدوں پر صرف احناف ہی کو فائز کرتے ہیں۔(۱)

شیخ علی طنطاوی اپنی کتاب ''رجال من التاریخ'' میں امام اعظم کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> عباسی اور عثمانی حکمرانوں کے اقتدار کی مدت میں مذہب حنفی حکومت کا مذہب رہا، اور یہ عرصہ تاریخ اسلام کے تین چوتھائی پر مشتمل ہے، رہا مالکی مذہب تو وہ اس عرصے میں مغرب کا مذہب رہا، مذہب شافعی ایوبی حکمرانوں کے دور میں کچھ عرصہ سرکاری مذہب رہا، البتہ حنبلی مذہب آج نجد اور حجاز کا مذہب ہے۔(۲)

بعض لوگ امام اعظم کے مذہب کی شہرت اور مقبولیت کی وجہ امام ابو یوسف کو قرار دیتے ہیں، عمار بن ابی مالک نے کہا اگر ابو یوسف نہ ہوتے تو ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلیٰ کا ذکر بھی نہ کیا جاتا، ابو یوسف نے ان کے اقوال کو پھیلایا اور ان کے علم کی اشاعت کی۔(۳)

۱۔ ردالمحتار، ۵۶/۱۔ ۲۔ الانتقاء حواشی از شیخ ابوغدہ، ص۲۵۴۔

۳۔ تاریخ بغداد، ۲۴۸/۱۴۔

یہ ایسے ہی ہے جیسے بعض بے بصیرت لوگوں نے کہا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش قسمتی تھی کہ آپ کو جاں نثار صحابہ میسر آ گئے ورنہ آپ کو اتنی بڑی کامیابی نصیب نہ ہوتی (معاذ اللہ) حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کیمیا اثر نگاہ نے ذروں کو اُٹھا کر رشک قمر بنا دیا تھا، درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا صحابہ پر احسان تھا نہ کہ صحابہ کا آپ پر احسان تھا۔

حضرت امام اعظم وہ ہستی ہیں جنہوں نے امام ابو یوسف کو انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا۔ اگر آپ ان کی دستگیری نہ کرتے تو آج ابو یوسف کا نام لینے والا کوئی نہ ہوتا۔

یہ تسلیم ہے کہ امام ابو یوسف کے ہارون الرشید کے دور میں قاضی القضاۃ بننے سے فقہ حنفی کو بڑا فروغ ملا اور اس کی خوب اشاعت ہوئی، لیکن سوال یہ ہے کہ سرکاری بیساکھیوں کے ذریعے کسی قانون کو کب تک سہارا دیا جاسکتا ہے؟ فقہ حنفی کی مقبولیت کی اصل وجہ تو اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے، اس کے بعد فقہ حنفی کی وسعت، اس کی شورائی حیثیت، دلائل کی قوت اور آئندہ پیش آنے والے مسائل کا حل۔ یہ سب امور اس کی قبولیت عامہ کے عوامل ہیں جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ پھر امام ابو یوسف خود بھی تو امام مجتہد تھے۔انہوں نے اپنی فقہ کو کیوں نہ متعارف کرایا؟

علم کے راستے کی رکاوٹیں دور کردیں:

مشہور مقولہ ہے کہ ہر شئے کے لئے ایک آفت ہوتی ہے اور علم کے لئے بہت سی آفتیں ہوتی ہیں، راہِ علم کی بڑی رکاوٹ یہ ہوتی ہے کہ طلباء عموماً غریب خاندان کے افراد ہوتے ہیں، انہیں دنیا اور دولت کی چمک دمک دوسری طرف نظر آتی ہے تو وہ اپنا راستہ تبدیل کر لیتے ہیں، اس طرح شیطان اپنے منصوبے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

دوسری بڑی رکاوٹ یہ ہوتی ہے کہ دینی علوم کے اساتذہ عموماً بوریا نشین اور مفلوک الحال ہوتے ہیں، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غالباً انہیں ہی تسلی دیتے ہوئے فرمایا تھا۔

رَضِینَا قِسمَةَ الجَبَّارِ فِینَا
لَنَا عِلمٌ وَّلِلجُهَّالِ مَالٌ

اللہ تعالیٰ نے ہمارے بارے میں جو تقسیم کی ہے ہم اس پر راضی ہیں، ہمارے لئے علم

ہےاور جاہلوں کے لئے مال ہے۔

ایسے اساتذہ خودتو روکھی سوکھی کھا کر صبر شکر کے ساتھ وقت گزار لیتے ہیں لیکن ان کی اولاد اور ان کے شاگردان کے راستے پر چل کر استاذ بننے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ وہ سوچتے ہیں کہ ہم پڑھ لکھ کر زیادہ سے زیادہ اپنے اساتذہ جتنے بڑے عالم بن جائیں گے اور جس غربت کی زندگی وہ گزار رہے ہیں وہی ہمارا مقدر ہوگی، امام اعظم ابو حنیفہ ظاہری دولت بھی رکھتے تھے، علم وعرفان کی دولت سے بھی مالا مال تھے اور بڑی بات یہ کہ دل کے بھی غنی تھے۔ انہوں نے دونوں طبقوں اساتذہ اور طلباء میں بے تحاشا وظائف اور تحائف تقسیم کئے اور انہیں احساس دلا دیا کہ یہ سب اللہ تعالیٰ کا کرم اور علم دین کی برکت ہے۔ اس طرح راہِ علم کی دونوں بڑی رکاوٹوں کو پاش پاش کر دیا۔ ''رجال سازی'' کے منصوبے میں بے مثال کامیابی حاصل کی اور اپنے پیچھے باکمال رجال کی ایسی کھیپ چھوڑی جو کسی دوسرے امام کو میسر نہیں ہوئی۔ آج بھی جب کہ ہر طرف دین سے بے خبری کا دور دورہ ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ ان دونوں طبقوں کو فکر معاش سے آزاد کیا جائے۔

امام صاحب کے صاحبزادے حضرت حماد نے جب استاذ سے سورۂ فاتحہ پڑھ لی تو آپ نے ان کی خدمات میں پانچ سو اور ایک روایت کے مطابق ایک ہزار دراہم پیش کئے، انہوں نے کہا: جناب! ابھی تو میں نے صرف سورۂ فاتحہ پڑھائی ہے اور آپ نے اتنے دراہم بھجوا دیئے ہیں، امام صاحب نے فرمایا: آپ نے میرے بیٹے کو جس چیز کی تعلیم دی ہے اسے معمولی نہ سمجھیں، اللہ کی قسم! اگر ہمارے پاس کچھ اور درہم ہوتے تو قرآنِ پاک کی تعظیم کی خاطر وہ بھی آپ کو پیش کر دیتے۔(۱)

آپ کا معمول یہ تھا کہ مال بغداد بھجواتے اور اس کی قیمت کے بدلے سامان خرید کر کوفہ منگوا لیتے اور اس کا نفع پورا سال جمع کرتے رہتے، اس کے ساتھ مشائخ محدثین کی ضرورت کی چیزیں، خوراک، لباس اور ایسی ہی دوسری چیزیں خرید کر انہیں پیش کر دیتے اور جو دراہم اور دینار بچ جاتے وہ بھی انہیں پیش کر دیتے اور فرماتے انہیں اپنی حاجتیں پوری کرنے میں صرف کریں، لیکن شکر یہ صرف اللہ تعالیٰ کا ادا کریں، کیونکہ میں نے اپنے مال میں سے آپ کو کچھ نہیں دیا، یہ سب اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور آپ کے نام بھیجے گئے مال کا نفع ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ میرے ہاتھوں کروا دیتا ہے۔(۲)

۱۔ عقود الجمان، ص ۲۳۳۔ ۲۔ عقود الجمان، ص ۲۳۳۔

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے

عظیم محدث سفیان بن عیینہ کا بیان ہے کہ ابو حنیفہ کثرت سے نماز اور روزہ ادا کرتے تھے، صدقہ بھی کثرت سے دیا کرتے تھے، جتنا مال کماتے تھے اسے خرچ کر دیتے تھے، ایک دفعہ انہوں نے مجھے اتنے تحائف بھجوائے کہ میں ان کی کثرت سے وحشت زدہ ہو کر رہ گیا، میں نے ان کے ایک شاگرد سے شکایت کی تو اس نے کہا کہ انہوں نے حضرت سعید بن عروبہ کو جو تحائف بھجوائے آپ وہ دیکھتے تو آپ حیران رہ جاتے، ہر محدث کی دل کھول کر خدمت کرتے تھے۔(۱)

چند واقعات طلبۂ علم کی مالی امداد کے بھی ملاحظہ ہوں: آپ نے اپنے شاگردوں کا ماہانہ وظیفہ مقرر کر رکھا تھا، اس کے باوجود عام دنوں میں ان کی امداد کرتے رہتے۔(۲) عیدوں کے مواقع پر ان کو تحائف سے نوازتے، اور ہر ایک کے مرتبے کے لحاظ سے اس کی امداد کرتے، جو حاجت مند ہوتا اس کی شادی کرا دیتے اور اپنے پاس سے اس پر خرچ کرتے اور ان کی دوسری حاجتوں کا بھی خیال رکھتے۔(۳)

ایک حاجی نے انہیں ایک ہزار جوتے لا کر پیش کئے، چند دنوں کے بعد آپ جوتا خریدنے لگے تو کسی نے کہا کہ وہ جوتے کدھر گئے؟ تو فرمایا: وہ ہم نے اپنے شاگردوں میں تقسیم کر دیئے۔(۴)

امام سفیان بن عیینہ کے بھائی ابراہیم بن عیینہ قرضے کی وجہ سے قید کر دیئے گئے، ان کے رشتے دار امام صاحب کے پاس آئے اور صورت حال بتائی، امام صاحب نے پوچھا کتنا قرض ہے؟ بتایا گیا کہ چار ہزار درہم سے زیادہ ہے، فرمایا: تم نے کسی سے امداد لی ہے؟ کہا: جی ہاں! فرمایا: وہ واپس کر دو، جتنا قرض ہے ہم ادا کر دیں گے۔(۵)

امام ابو یوسف غریب خاندان کے فرد تھے لیکن علم کا شوق رکھتے تھے، ایک دن امام ابوحنیفہ کی مجلس میں حاضر تھے کہ ان کی والدہ انہیں اُٹھا کر لے گئی، اور کہنے لگیں: ابوحنیفہ کو تو پکی پکائی روٹیاں مل جاتی ہیں، تمہیں تو کچھ کما کر لانا پڑے گا، امام صاحب ان کا خیال رکھتے اور مجلس درس میں بلا لیتے، ایک دن ان کی والدہ نے امام صاحب کو کہا: اس بچے کو صرف آپ نے بگاڑا ہے، یہ یتیم بچہ

۱۔ عقود الجمان، ص ۲۳۴۔ ۲۔ مناقب کردری، ۱/۲۵۵۔

۳۔ عقود الجمان، ص ۲۳۵۔ ۴۔ عقود الجمان، ص ۲۳۶۔

۵۔ ایضاً۔ ص ۲۳۷۔

کیا آپ کو معلوم ہے قانون شریعت ہی کا دوسرا نام فقہ اسلامی ہے ☆

ہے، اس کے پاس کوئی شئے نہیں ہے، میں روئی کات کر اسے کھانا کھلاتی ہوں اور میری خواہش ہے کہ یہ درہم کا چھٹا حصہ ہی کما کر لائے اور اپنے اوپر خرچ کر لے، یہ لمحہ ابو یوسف کی زندگی کا نہایت اہم موڑ تھا، اگر امام صاحب ان کی دستگیری نہ کرتے تو وہ گمنانی کی وادی میں اتر جاتے، امام صاحب نے فرمایا: اللہ کی بندی جا، یہ علم حاصل کر رہا ہے اور ایک وقت آئے گا کہ پستے کے روغن کے ساتھ فالودہ کھائے گا، وہ یہ کہتی ہوئی واپس چلی گئیں کہ تو بہت بوڑھا ہو گیا ہے اور تیری عقل ٹل گئی ہے (یعنی اسے روٹی میسر نہیں اور تم کہتے ہو کہ پستے کے روغن کے ساتھ فالودہ کھائے گا) لیکن

؎ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

امام صاحب کا فرمان پورا ہوا اور ایک وقت آیا جب امام ابو یوسف چیف جسٹس بنے اور دنیا کے سب سے بڑے فرماں روا ہارون الرشید کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے اور پستے کے روغن کے ساتھ فالودے سے بھی لطف اندوز ہو رہے تھے۔(۱)

امام ابو حنیفہ کے اشارے پر ابو یوسف بیٹھے رہے، جب سب لوگ چلے گئے تو آپ نے انہیں ایک تھیلی دی جس میں ایک سو درہم تھے، فرمایا: ان سے کام چلاؤ اور مجلس درس میں باقاعدگی کے ساتھ حاضری دیا کرو اور جب یہ ختم ہو جائیں تو ہمیں بتا دینا۔ ابو یوسف کہتے ہیں کہ میں باقاعدہ درس میں شامل ہونے لگا، کچھ ہی دنوں کے بعد امام صاحب نے مزید ایک سو درہم عنایت فرما دیئے، اس کے بعد کبھی مجھے بتانے کی ضرورت نہیں پڑی، یوں معلوم ہوتا کہ انہیں خود خبر ہو جاتی تھی اور وہ مجھے مزید دراہم عطا فرما دیتے۔(۲)

یہ کوئی سال دو سال کا معاملہ نہیں تھا بلکہ دس سال تک ابو یوسف اور ان کے عیال کا خرچہ برداشت کرتے رہے۔(۳) ایک دفعہ ابو یوسف نے امام صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے آپ سے زیادہ سخی نہیں دیکھا، انہوں نے فرمایا: اگر تم میرے استاذ حماد کو دیکھتے تو تمہارا تاثر کیا ہوتا؟ انہوں نے میری اور میرے عیال کی بیس سال تک کفالت کی۔(۴)

آج کے اساتذہ کو شکایت ہے کہ طلبہ کو نہ تو علم دین حاصل کرنے کا شوق ہے اور نہ ہی وہ

۱۔ تاریخ بغداد، ۱۴/ ۲۴۸۔۲۴۷۔ ۲۔ تاریخ بغداد، ۱۴/ ۲۴۷۔

۳۔ مناقب موفق، ۱/ ۲۵۹۔ ۴۔ مناقب کردری، ۱/ ۲۵۵۔

اساتذہ کا احترام کرتے ہیں، سوچنے کی بات یہ ہے کہ اساتذہ میں بھی تو وہ شفقت نہیں رہی جو کسی وقت اساتذہ کا طرۂ امتیاز ہوا کرتی تھی، وہ اساتذہ اپنے شاگردوں کو وہی محبت دیتے تھے جو اپنی نسبی اولاد کو دیتے تھے، اس کا نتیجہ یہ تھا کہ امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ "اِنِّیْ لَا دَعُوْ لَابِیْ حَنِیْفَۃَ قَبْلَ اَبَوَیَّ" میں پہلے امام ابوحنیفہ کے لئے دعا کرتا ہوں پھر اپنے والدین کے لئے۔(۱)

امام اعظم کی نوازشوں نے ابو یوسف کو علم دین کا اتنا گرویدہ بنا دیا کہ خود امام صاحب نے فرمایا: ہمارے درس میں حاضری کا جتنا التزام ابو یوسف نے کیا کسی نے نہیں کیا۔(۲)

اس سے بڑھ کر علم دین کا شوقِ جنوں خیز کیا ہوگا کہ جب امام ابو یوسف کے والد فوت ہو گئے تو اس خوف سے ان کے جنازے میں شریک نہیں ہوئے کہ کہیں امام صاحب کے درس کا ناغہ نہ ہو جائے، ان کا خیال تھا کہ یہ صدمہ مجھے عمر بھر نہیں بھولے گا، پڑوسیوں اور رشتہ داروں کو کہہ دیا کہ تم نماز جنازہ پڑھ لینا اور تدفین وغیرہ کا انتظام کر لینا۔(۳)

علمی ذوق کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔ ابراہیم بن جراح نے بیان کیا کہ میں امام ابو یوسف کے پاس حاضر ہوا اس وقت وہ شدید علیل تھے، فرمانے لگے: ایک مسئلہ بتاؤ، میں نے کہا: ایسی حالت میں؟ کہنے لگے: ہم ایک مسئلے پر گفتگو کر لیتے ہیں، ممکن ہے کوئی نجات پانے والا اس کے ذریعے نجات پا جائے، یہ بتاؤ کہ جمرے (شیطان) کو پیدل کنکریاں مارنا افضل ہے یا سوار ہو کر؟ میں نے کہا: سوار ہو کر کنکریاں مارنا افضل ہے۔ کہنے لگے: تم نے خطاء کی میں نے کہا: پیدل افضل ہے، پھر فرمایا: تم نے خطاء کی، پھر خود فرمایا: جن کنکریوں کے بعد ابھی کنکریاں مارنا باقی ہے تو ان میں افضل یہ ہے کہ پیدل ماریں اور جن کے بعد کنکریاں مارنے کا عمل باقی نہیں ہے، ان میں سوار ہونا افضل ہے اس طرح تم اس جگہ سے جلدی ہٹ جاؤ گے، جب کہ پہلی صورت میں تمہارے لئے ٹھہرنا اور تسلی سے دعا کرنا آسان ہوگا۔

ابراہیم فرماتے ہیں کہ میں رخصت ہو کر ان کے دروازے تک پہنچا تھا کہ پیچھے سے آواز آ گئی کہ امام ابو یوسف فوت ہو گئے ہیں۔(۴)

امام ابوحنیفہ نے امام ابو یوسف پر جو نوازشات کی بارش کی تھی، اس کی وجہ کیا تھی؟ اور امام

۱۔ تاریخ بغداد، ۳۴۰/۱۳۔ ۲۔ مناقب کردری، ۱۲۳/۲۔

۳۔ مناقب کردری، ۱۲۳/۲۔ ۴۔ مناقب از امام کردری، ۱۳۳/۲۔

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

کی نگاہِ بصیرت کیا دیکھ رہی تھی؟ امام صاحب کے دو جملوں سے بات واضح ہو جاتی ہے، ایک دفعہ امام ابو یوسف سخت بیمار ہو گئے، امام صاحب کئی دفعہ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، آخری دفعہ گئے تو دیکھا کہ وہ سامنے سے آ رہے ہیں، امام صاحب نے فرمایا:

> میری آرزو یہ تھی کہ میرے بعد تم مسلمانوں کی رہنمائی کرتے، اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو تمہارے ساتھ بڑا علم موت کے گھاٹ اتر جائے گا۔(۱)

یہ ہے ان قدسی صفات نفوس کی سوچ، وہ دن رات امت مسلمہ کی بھلائی اور رہنمائی کے بارے میں سوچتے تھے۔

ابو خباب کا بیان ہے کہ میں نے ایک دن منصور بن معتمر اور ابو حنیفہ کو دیکھا کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے ہیں، اس کے بعد وہ دیر تک کھڑے گفتگو کرتے رہے اور روتے رہے، پھر مسجد سے نکل گئے، میں نے امام صاحب سے پوچھا کہ آپ بہت دیر تک روتے رہے ہیں، کیا وجہ تھی؟ فرمایا: ہم نے موجودہ زمانے کا تذکرہ کیا اور اس امر کا تذکرہ کیا کہ کس طرح اہل باطل اہل خیر پر غالب آ رہے ہیں، بس یہی کچھ ذکر کر کے ہم روتے رہے۔ (۲)

خلاصہ:

امام اعظم ابوحنیفہ نے اپنی تمام تر توانائیاں نظامِ مصطفیٰ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے نفاذ کے لئے فضا سازگار بنانے پر صرف کر دیں اور اس سلسلے میں درج ذیل امور انجام دیئے۔

۱۔ سب سے پہلے تحریری طور پر احکام شریعت مدون کئے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مرتب کردہ مجموعہ پر انہیں غور وفکر اور تہذیب وتلخیص کا موقع بھی ملا اور فیصلہ کن انداز میں اپنا مذہب پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ (۳)

۲۔ ائمہ مجتہدین کی ایک ایسی جماعت تیار کی جس کا ہر فرد مفتی اور قاضی بننے کی صلاحیت رکھتا تھا، امام صاحب نے خاص طور پر ان ائمہ مجتہدین کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

> اب وقت آ گیا ہے کہ آپ لوگ میری مدد کریں، آپ میں سے ہر فرد عہدۂ قضاء کی

۱۔ تاریخ بغداد، ۱۳/ ۳۴۸۔ ۲۔ عقود الجمان، ص ۲۲۹۔

۳۔ مناقب از امام موفق، ۲/ ۱۳۴۔

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

ذمہ داریاں سنبھالنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور دس حضرات تو ایسے ہیں جو صرف قاضی بننے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے، بلکہ قاضیوں (ججوں) کی تربیت اور ٹریننگ کا کام بھی کر سکتے ہیں۔

میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر اور جس علم کے آپ حامل ہیں اس کی عظمت وجلالت کا احساس دلاتے ہوئے یہ کہتا ہوں کہ اس علم کو محکومی کی ذلت سے بچائے رکھنا، تم میں سے اگر کوئی قضاء کا عہدہ قبول کرنے پر مجبور ہو گیا تو یاد رکھیں کہ اگر آپ اپنے فیصلوں میں کسی کمزوری کا ارتکاب کریں خواہ وہ مخلوق خدا کی نگاہوں سے پوشیدہ ہی ہو، ایسے قاضی کا فیصلہ جائز نہیں ہوگا، نہ اس کی معذرت حلال ہوگی اور نہ اس کی تنخواہ پاک قرار پائے گی۔

قضاء کا عہدہ اسی وقت تک صحیح اور درست رہتا ہے جب تک قاضی کا ظاہر و باطن ایک ہو، اسی قضاء کی تنخواہ حلال ہے۔

اگر تم میں سے کسی کو قضاء کی ذمہ داری قبول کرنا پڑی تو میں اسے وصیت کرتا ہوں کہ مخلوقِ خدا اور اپنے درمیان کوئی رکاوٹ، چوکیدار اور دربان حائل نہ ہونے دے، پانچوں وقت کی نماز شہر کی جامع مسجد میں ادا کرے، ہر نماز کے بعد اعلان کرائے کہ کسی شخص نے کوئی ضرورت پیش کرنی ہو تو پیش کرے، خاص طور پر عشاء کی نماز کے بعد خصوصیت سے تین بار بلند آواز سے اس اعلان کا اعادہ کرائے، اسکے بعد گھر جائے۔

اگر بیماری وغیرہ کے باعث قضاء کا کام نہ کر سکا ہو تو اتنے دن کا حساب کر کے تنخواہ کٹوا دے۔

اگر مسلمانوں کا امیر مخلوقِ خدا میں سے کسی کے ساتھ زیادتی کرے تو امیر سے قریب ترین قاضی کا فرض ہوگا کہ اس سے باز پرس کرے۔(۱)

۳۔ قاضیوں کے فیصلوں پر کڑی تنقید کرتے، ابن ابی لیلیٰ کے فیصلوں میں تو کئی کئی غلطیوں کی نشاندہی کرتے، اس سے ایک تو امام صاحب کے نزدیک توہین عدالت کا تصور واضح ہوتا تھا کہ اگر کوئی مستند عالم قاضی کے فیصلے کو قرآن وحدیث کی رو سے غلط قرار دیتا ہے تو اسے توہین

۱۔ امام ابوحنیفہ، حیات فکر اور خدمات، ص۹۰۔۱۸۹، مقالہ محمد طفیل ہاشمی (بحوالہ معجم المصنفین ۲/۵۵)۔

عدالت قرار نہیں دیا جائے گا، دوسرا آپ عوام الناس اور خلفاء وقت کو یہ پیغام دیتے تھے کہ رائج الوقت نظامِ عدالت اسلام کی تعلیمات کے مطابق نہیں ہے اس لئے اسے بدل کر نظامِ مصطفیٰ نافذ کرنا ضروری ہے۔

وقت کا تقاضا:

آج پاکستان میں ''اسلامی نظریاتی کونسل'' ایسا ادارہ قائم ہے جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء جمع کئے جاتے ہیں اور سالانہ لاکھوں روپے اس پر خرچ ہو جاتے ہیں، لیکن اول تو اس میں سیاسی وابستگیوں کی بناء پر علماء کو رکن بنایا جاتا ہے، اس کے باوجود کونسل جو فیصلہ کرتی ہے اسے قانونی حیثیت حاصل نہیں ہوتی بلکہ اسے اسمبلی کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جس میں اکثریت ان اراکین کی ہوتی ہے جو اسلامی قوانین کے ماہر نہیں ہوتے، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کونسل کے فیصلے سرد خانے کی نذر ہو جاتے ہیں۔

اس لئے علماء کی ذمہ داری ہے کہ امام ابوحنیفہ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قوانین اسلام کی جدید اندازہ میں تدوین کریں، جدید مسائل پر اجتماعی انداز میں غور وفکر کر کے امت مسلمہ کی رہنمائی فرمائیں اور ایسے ماہرین قانون اسلامی تیار کریں جو بیک وقت قدیم اور جدید علوم پر دسترس رکھتے ہوں، نیز مضبوط کردار کے حامل ہوں تاکہ یہ حضرات عدلیہ کے محکمے میں جا کر صحیح اسلامی فیصلے کریں اور عوام وخواص کو انصاف مہیا کریں۔ امام صاحب کی زندگی کا طرز عمل ہمیں یہی سبق دیتا ہے۔

ابتلاء استقامت اور شہادت:

اللہ تعالیٰ کی عادت کریمہ ہے کہ وہ اربابِ کمال کو آزمائشوں میں واقع کرتا ہے، پھر استقامت کے ذریعے انہیں سرخرو فرماتا ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ساتھ بھی یہی ہوا، بنوامیہ کے دور اقتدار میں ابن ہبیرہ عراق کا گورنر تھا اور عراق فتنوں کی آماجگاہ تھا، اس نے علماء کی تائید حاصل کرنے کے لئے فقہاء عراق مثلاً ابن ابی لیلیٰ، ابن شبرمہ اور داؤد بن ابی ہند وغیرہم کو اپنے پاس بلا کر مختلف مناصب اِن کے سپرد کر دیئے۔ امام ابوحنیفہ کو بڑی اہم اور پرکشش پیشکش کی، اس نے کہا:

آپ کے پاس میری مہر ہوگی اور جو مراسلہ جاری ہوگا وہ آپ کے ہاتھ سے جاری ہوگا

اور بیت المال سے جو مال نکلے گا آپ کے ذریعے نکلے گا۔

لیکن امام صاحب نے یہ منصب قبول کرنے سے انکار کر دیا، جن فقہاء کا اوپر ذکر ہوا ہے، وہ وفد بنا کر امام صاحب کے پاس گئے اور کہنے لگے، اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالیں، ہم آپ کے بھائی ہیں، ہم بھی ان مناصب کو پسند نہیں کرتے، ہم نے بھی بامر مجبوری ان کو قبول کیا ہے، امام صاحب تقویٰ و تقدس کے بلند ترین مقام پر فائز تھے، آپ نے فرمایا:

> اگر وہ مجھ سے مطالبہ کرے کہ میں اسے مسجد کے دروازوں کی گنتی کر کے بتا دوں تو میں اس کا یہ مطالبہ بھی پورا نہیں کروں گا، چہ جائے کہ وہ کسی مسلمان مرد کی گردن اڑانے کا حکم تحریر کرے اور میں اس پر مہر لگا دوں۔

صاف ظاہر ہے کہ امام صاحب ان ظالم حکمرانوں کے ظلم میں شریک اور معاون بننے کے لئے تیار نہ تھے، چنانچہ انہیں کئی دن پے در پے کوڑے مارے گئے۔ ابن ہبیرہ کا اصرار تھا کہ میں نے قسم کھائی ہوئی ہے اسے پوری کریں (دراصل اقتدار کا غرور بول رہا تھا کہ اقتدار ہمارے پاس ہے ایک مولوی کی کیا مجال کہ وہ حکم عدولی کی جرأت کرے؟) امام صاحب نے فرمایا: مجھے اس بارے میں دوستوں سے مشورہ کرنے دیجئے، چنانچہ انہیں رہا کر دیا گیا، امام صاحب سیدھے مکہ معظمہ چلے گئے یہ ۱۳۰ھ کا واقعہ ہے، پھر جب بنوامیہ کی جگہ عباسیوں کی خلافت آئی تو واپس کوفہ تشریف لے آئے۔ یہ ابو جعفر منصور کا دور تھا، اس نے امام صاحب کا بڑا احترام کیا، دس ہزار درہم اور ایک کنیز بطور تحفہ پیش کی، لیکن امام صاحب نے کچھ بھی قبول نہیں کیا۔(۱)

پھر خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے امام ابو حنیفہ کو کوفہ سے بغداد طلب کر کے قضاء کی پیشکش کی جسے امام صاحب نے قبول نہیں کیا، جبین اقتدار پر شکن آلود ہوگئی۔ دھمکیاں دی گئیں، قید کیا گیا، دس دن ہر روز دس کوڑے مارے گئے، بر سر بازار تشہیر کی گئی، لیکن کوہِ استقامت کے پاؤں میں تزلزل نہ آیا، وہ تو شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے راستے کے راہی تھے اور زبان حال سے کہہ رہے تھے کہ یہ سر کٹ سکتا ہے جھک نہیں سکتا۔

برو ایں دام بر مرغ دگر نہ
کہ عنقا را بلند است آشیانہ

۱۔ عقود الجمان، ص ۱۲۔۳۱۱۔

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

اس کے بعد دس دن حیات رہے پھر جامِ شہادت نوش کر گئے، بعض روایات کے مطابق انہیں زہر دیا گیا اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حالت سجدہ میں آپ کی رحلت ہوئی، یہ ۱۵۰ھ کا واقعہ ہے۔

امام محمد بن یوسف صالحی شامی فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ منصور نے امام صاحب کو کوفہ سے بغداد قتل کرنے کے لئے ہی طلب کیا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پر پوتے ابراہیم بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے بصرہ میں منصور کے خلاف تحریک چلائی تو وہ بہت خوف زدہ ہوا، امام ابو حنیفہ کے کسی دشمن نے منصور کو اطلاع دی کہ ابو حنیفہ ابراہیم کی حمایت کر رہے ہیں اور ڈھیروں مالی امداد بھی دے رہے ہیں۔ چنانچہ منصور نے امام صاحب کو کوفہ سے بغداد بلا کر قضاء کی پیشکش کی، اسے معلوم تھا کہ امام صاحب قبول نہیں کریں گے اس طرح اس نے آپ کو شہید کروادیا۔

پچاس ہزار افراد نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھی، چھ دفعہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ پہلی دفعہ قاضی حسن بن عمارہ نے ادا کی اور آخری مرتبہ امام صاحب کے صاحبزادے حضرت حماد نے ادا کی۔(۱)

اس جگہ ایک لمحے کے لئے ٹھہر کر دل پر ہاتھ رکھ سوچنا چاہئے کہ جو لوگ یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے کہ فقہ تو بادشاہوں کے دور میں مرتب کی گئی تھی، اس میں تو خوشنودی سلطان کو ملحوظ رکھا گیا ہے اس لئے نئی فقہ مرتب ہونی چاہئے۔ وہ کہاں تک حق پر ہیں؟ ؎

طعمۂ ہر مرغ کے انجیر نیست

اللہ تعالیٰ امام اعظم امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی قبر انور پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔

مقالہ کا جزو اول مکمل ہوا، دوسرا اور تیسرا جزو آئندہ اشاعت میں انشاء اللہ پیش کیا جائے گا۔(مجلس ادارات)

۱۔ عقود الجمان، ص ۳۶۱۔۳۵۷۔